

## منتشر معاشرہ

ضروی نہیں کہ قیامت صرف یہی ہو کہ پہاڑ زمین بوس ہو جائیں اور کائنات عدم توازن کا شکار ہو جائے۔ قیامت تو ویسے ہی بحق ہے۔ کوئی ذی شعور انکار نہیں کر سکتا۔ مگر ہمارے ملک میں ہر شخص کے ساتھ انفرادی یا اجتماعی طور پر جو کچھ ظلم، نا انصافی اور جبر روا رکھا جاتا ہے، وہ بھی کسی قیامت سے کم نہیں۔ اگر یہ سب کچھ کسی بھی قوم کا شعار بن جائے، تو جان لججھے کہ ملک، قیامت یا بتا ہی کی نظر ہو گیا۔ انتہائی بدقسمتی یہ ہے کہ ہمارا ملک بھنور کی آنکھ میں سانس لے رہا ہے۔ سچ کیا ہے۔ سنے کو کوئی تیار نہیں۔ جھوٹ کو سچ بنانا یہاں دائیں ہاتھ کا ادنیٰ سا کمال ہے۔ لوگوں کو سمجھہ نہیں آنے دی جا رہی، کہ انکا مستقبل اور حال گروی رکھ دیا گیا ہے۔

معاشرتی تقسیم کی طرف آئیے۔ آپ کسی بھی طبقہ سے تعلق رکھتے ہوں۔ کسی نہ کسی طور پر متاثر ضرور ہو گے۔ امیر کو خوف ہے کہ اسکی دولت چھین نہ لی جائے۔ کیونکہ ننانوے فیصلوگ اپنی جائیدا اور دولت کا حساب نہیں دے سکتے۔ اس میں سیاستدان، سرکاری ملازم، اور کاروباری طبقہ، سب شامل ہیں۔ غریب اپنی ضروریات کی آگ میں جل رہا ہے۔ اسکی نظر ہر اس امیر انسان پر ہے، جو دکھائی دیتا ہے۔ اسے بڑی گاڑیوں، محلات اور بڑے ہوٹلوں سے نفرت ہے۔ کیونکہ اس غریب کے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے۔ پہلے سمجھتا تھا کہ اسے سماجی عدم توازن کا نام دوں۔ مگر یہ لفظ معاملہ کی سنجیدگی کی عکاسی نہیں کر پاتا۔ ملک اس وقت ایسے زاویہ پر اٹکا ہوا ہے جہاں معمولی سا کوئی واقعہ، آگ بھڑکا کر ہر چیز کو بھسم کر سکتا ہے۔ بالکل ایسے ہی جیسے تیونس میں ایک بے روزگار نوجوان کی خودسوزی نے مضبوط ترین بلکہ مستقل صدر کو حرفِ غلط کی طرح مٹا دیا تھا۔ آج خود ساختہ، وہ مردا ہن، زین العابدین کس حال میں ہے۔ کسی کو جاننے کی کوئی تمنا نہیں۔ اسکی اہلیہ یا ملکہ جو آس کریم لانے کیلئے سرکاری طیارہ پیرس بھجواتی تھی۔ آج کس زبوب حالی میں ہے۔ کسی کو معلوم نہیں۔ عرض کرنے کا مقصد ہے کہ ہر ذی شعور کو اندازہ ہے کہ ملک دکھائی میں گرچکا ہے۔ مگر جھوٹ کا سہارا لیکر، مصنوعی طریقے سے شاندار دکھانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اس وقت معاشرہ میں ہر سطح پر جھوٹ کی عملداری ہے۔ حقیقت یہ بھی ہے کہ ہر شہری کو اس جھوٹ کو تسلیم کرنے پر زبردستی آمادہ کیا جا رہا ہے۔ ہر طریقہ سے، اشتہارات کی جنگ ہو، میدیا کی دھڑکے بندی ہو یا پیسے سے فکر کی خریداری ہو، ہر حرہ باستعمال کیا جا رہا ہے۔ جو اصل میں ہو رہا ہے، اسکی خبر کانوں کا نبھی کسی کو نہ ہو۔ گرداتی زیادہ ہے کہ کسی ادارے کو اپنا اصل چہہ تک نظر نہیں آ رہا۔ جو ہری طور پر انسان دوستی کی مثالیں ہر جگہ ملتی ہیں۔ مگر حکومتی سطح پر ڈنمارک، سویڈن اور ناورے دنیا کے وہ ممالک ہیں جن میں مثالی سماج اور اقتصادی نظام بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ وہاں امیر ہونے پر کوئی پابندی نہیں۔ مگر زیادہ دولت کمانے کے بعد، اس شخص پر یہ فرض ہے کہ زیادہ ٹیکس ادا کرے۔ سوال ہے کہ کیوں۔ دولت تو اس نے اپنی محنت سے کمائی ہے۔ جواز صرف ایک ہے کہ کوئی بھی شخص اگر امیر ہے تو اسکی سماجی ذمہ داری اتنی ہی زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ اسکی دولت پر معاشرہ کے غریب طبقے کا حق، حکومت زیادہ ٹیکس کی صورت میں وصول کرتی ہے۔ پھر اسے عملی طور پر غریب آدمی پر خرچ کرتی ہے۔ اگر یقین نہیں تو ان قوموں کو جا کر دیکھ لججھے۔ اقتصادی انصاف کو عملی طور پر دیکھ پائیں گے۔ سویڈن متعدد بار جا چکا ہوں۔ ہر بار انکے قوانین اور حکومت کی پالیسیاں دیکھ کر ششد رہ جاتا ہوں۔ قطعاً یہ عرض نہیں

کر رہا کہ وہاں ہر چیز ٹھیک ہے۔ مگر انکی حکومتوں نے ہر معاملہ، مکمل ایمانداری، جی ہاں مکمل ایمانداری سے درست کرنے کی بھروسہ کی ہے۔ عملی ایمانداری مجھے اپنے ملک میں اوپر سے لیکر نیچے تک کہیں نظر نہیں آتی۔ گمان ہے کہ آئے گی بھی نہیں۔ آخر کیوں، کیا وجہ ہے کہ ہمارا رویہ اس درجہ منافقانہ ہے۔ بہت سی وجوہات ہیں۔ ہر طبقہ کی اپنی توجیہ ہے۔ مگر بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہم سچ بولنے اور سچ سننے کی الہیت سے محروم ہو چکے ہیں۔ جو بھی سچائی کی راہ پر چلنے کی کوشش کریگا، اسے نشانِ عبرت بنادیا جائیگا۔ پرانے زمانے کے حوالے سے اسے کوہلو میں پلوادیا جائیگا۔ یہی ہمارے بر صغیر کا صدیوں سے وطیرہ ہے۔ وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ کبھی تبدیل نہیں ہوگا۔

کسی بات پر یقین نہ فرمائیے۔ تقیدی نظر سے ہر طرف دیکھیے۔ بات سمجھ میں آجائیگی۔ جس قانون کی حکمرانی کیلئے ہم سارا دن بحث کرتے ہیں، وہ شروع ہی جھوٹ سے ہوتی ہے۔ کوئی واردات ہو جائے۔ مثال کے طور پر قتل ہو جائے۔ تھانے سے پولیس کو لانے کیلئے گاڑی کا انتظام مقتول کے ورثاء کو کرنا پڑتا ہے۔ پوسٹ مارٹم پرلاش لیجانے کیلئے بھی اکثر اوقات، ورثاء کو، ہی ویگن کرائے پر لینی پڑتی ہے۔ ایف آئی آر لکھوانے کیلئے سٹیشنری تک بازار سے خود منگوا کر دینی ہوتی ہے۔ اسکے بعد R.I.F کے اندر ہر طریقے کا جھوٹ لکھا جاتا ہے۔ کوشش کی جاتی ہے کہ اگر دشمنی کی وجہ سے قتل ہوا ہے، تو حریف کے پورے خاندان کا نام ایف آئی آر میں لکھوا یا جائے۔ ہر تخصیل میں ایسے قانون دان موجود ہیں، جو جھوٹی روپرٹ لکھوانے کے ماہر گردانے جاتے ہیں۔ اسکے بعد کورٹ، پچھری اور دیگر معاملات ہیں۔ ہر طرف پیسہ کمانے والی انسانی مشینیں بیٹھی ہوئی ہیں۔ پولیس کو صرف ایک استعارہ سمجھ کر استعمال کیجئے۔ پوری مشینری کا ایک جیسا حال ہے۔ یہ ہر طرف، ہر وقت ہو رہا ہے۔ کوئی اس پر انگلی اس وقت تک نہیں اٹھاتا جب تک اسکا نام جھوٹی ایف آئی آر میں درج نہیں ہوتا۔ آپ نے آج تک کسی وزیر اعلیٰ، وزیر اعظم یا صدر کو عملی طور پر اس بے انصافی کے نظام پر کاری ضرب لگاتے ہوئے نہیں دیکھا ہوگا۔ بیانات کی عرض نہیں کر رہا۔ ایسا کیوں ہے کہ انصاف کے نظام میں بھی جھوٹ شامل ہے۔ صرف اسیلے کہ جب آپ حاکم ہوں، تو تمام سرکاری ادارے آپ کی لونڈی بن جاتے ہیں۔ مخالفین کو جھوٹے پر چوں میں پھنسوانا۔ انکو غلط سزا دلانا۔ انکی آل اولاد کو برباد کرنا، سب کچھ جس عذاب سے سرکاری ادارے کر سکتے ہیں، کوئی اور نہیں کر سکتا۔ چنانچہ اگر آپ حاکم ہیں، تو یہی بے انصافی کے نمیع آپکو دل سے اچھے لگتے ہیں۔ نتیجہ یہ کہ حکمران کا جھوٹ بھی سچ بن جاتا ہے۔ عام لوگوں کا مکمل سچ بھی فراڈ بن جاتا ہے۔

یہاں تک عرض کروں گا کہ ہمارے ملک میں انسانی Genes تک ادنیٰ اور ملاوٹ شدہ ہو چکی ہے۔ کوئی جرم، جرم نہیں رہا۔ اس پورے خطے میں نا انصافی پر کبھی بھی بغاوت نہیں ہوئی۔ ہر کوئی اپنے گھر میں ڈر کر بیٹھنے کو عملیت پسندی کا نام دیتا ہے۔ عوام کی بات چھوڑیئے۔ ملک کی اعلیٰ ترین نوکری یعنی S.C.S کی عرض کرتا ہوں۔ میڈیکل کالج کے طالب علم ہونے کے بعد جب سول سو رسماں کیڈیمی میں بطور اسٹینٹ کمشنر آیا، تو نوکری کرنے کے آداب کا بالکل پتہ نہیں تھا۔ صرف ایک لگن تھی کہ انتظامی عہدوں پر بے بس اور مجبور لوگوں کی مدد کرنی ہے۔ آج تک کر رہا ہوں۔ مگر جن بیور و کریمیں نے حد درجہ ترقی کی، انکے نزدیک یہ فلسفہ بالکل غلط تھا اور ہے۔ یہاں جب تک آپ بطور سرکاری ملازم، کسی مضبوط دھڑے، گروپ یا خاندان سے منسلک نہیں ہوتے، پوری زندگی دھکے کھاتے رہتے ہیں۔ آپ کو کسی قسم کی مناسب یا اچھی پوسٹنگ نہیں دی جاتی۔ سرکار کی دنیا میں ایماندار وہ ہے، جسے وزیر اعلیٰ یا وزیر اعظم ایماندار کہے۔ بیشک وہ افسر کر پش

میں غرق ہو۔ مگر ہر بندہ اس جیسی ایمانداری کی سند کو مقدم سمجھے گا۔ سرکاری ملازمین کو بھرپور تقید کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ لوگوں کو اندازہ ہی نہیں کہ پچانوے فیصلہ اعلیٰ سرکاری ملازمین تو بے بس سی زندگی گزار کر ریٹائر ہو جاتے ہیں۔ ہاں، جھوٹ کے دربار میں جو درباری، اپنے آقا پر بیعت کر لیتے ہیں، انکی نسلیں سنور جاتی ہیں۔ سرکاری زندگی میں بھی صحیح بولنے کی اجازت نہیں۔ پرائیویٹ سیکٹر میں بھی یہی حال ہے۔ جو سیٹھ کی ہر ضرورت کا خیال کریگا، بے حد نواز اجا یا۔

خیر، ملکی نظام کی بات ہو رہی تھی۔ جب بالائی سطح پر غتر بود کا نظام رائج ہو گا، تو نچلی ترین سطح پر موجود ہر شخص بے ایمانی کرنا جائز سمجھے گا۔ ریڑھی پر پھل بیچنے والا، پھلوں کو جعلی رنگ سے خوبصورت بنایا۔ سبزی فروش، ریڑھی پر موجود اور کوتیزاب سے دھوکر لایا۔ تاکہ دیدہ زیب نظر آئے۔ دودھ بیچنے والا، گائے بھینسوں کو الجشن ضرور لگائے گا تاکہ مریل جانور بھی غیر قدرتی طریقے سے دودھ زیادہ دے۔ میڈیا کل سٹور پر دوایاں جعلی فروخت ہر قیمت پر ہو گی کیونکہ اصل دوائی بیچنے میں مالی نقصان ہے۔ شائد میں پہلا لکھاری ہوں، جس نے ایک سال پہلے، دلوں میں ڈالے جانے والے جعلی سٹٹ کے متعلق لکھا تھا۔ چند ہفتے پہلے، اسکی بازگشت پاکستان کی عدالت عظمی میں سنی۔ مگر بازار میں جعلی دصنه اسی شان سے جاری ہے۔ ڈاکٹر اور تاجر، دراصل موت فروخت کر رہے ہیں۔ لوگ اسے رضاۓ الہی سمجھ کر قبول کر رہے ہیں۔ شائد اور کوئی حل بھی نہیں ہے۔ شائد آپکے لیے اچھنے کی بات ہو۔ ہمارا ملک پوری دنیا میں جعلی دوایاں بنانے والے ملکوں میں اول نمبر پر ہے۔ چلیے کسی میدان میں تو ہم اول نمبر پر آئے۔ ہر طرف بالکل ایک جیسے حالات ہیں۔ غریب کی حالت بہتر کرنے کی بجائے اسے دلاسہ دیا جاتا ہے کہ دنیا تو تیرے لیے امتحان ہے۔ ہر آسائش مرنے کے بعد ملے گی۔ بالکل درست بات ہے، صائب ہے۔ مگر امیر آدمی اس امتحان میں پرچہ دیے بغیر کیسے پاس ہو گیا۔ اسکے پاس تو ہر سہولت ہے۔ معذرت کے ساتھ وہ دینی خدمات میں بھی آگے آگے ہے۔ پھر انصاف کیا اور بے انصافی کا بول بالا کیسے نہیں ہوا۔ ہمارا پورا معاشرہ خطرناک حد تک تقسیم اور جھوٹ کا شکار ہے۔ اس منتشر معاشرے کو کیسے ٹھیک کیا جائے۔ شائد اب کسی کے بھی بس میں نہیں!

راوِ منظر حیات